
THE
OPEN
DOOR

حصہ دوم

دہلیز 3

کھلا دروازہ

برسوں تک میں سمجھتا رہا کہ طاقت قابو رکھنے میں ہے۔

الفاظ پر قابو۔

جذبات پر قابو۔

ردعمل پر قابو۔

درد پر قابو۔

یہ خیال میں نے آہستہ آہستہ جذب کیا تھا، جیسے ہر گہرا یقین جذب ہوتا ہے۔

کسی نے مجھے یہ کھل کر نہیں سکھایا تھا۔

کسی نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا:

“مرد کو رونا نہیں چاہیے۔”

پھر بھی یہ پیغام ہر جگہ تھا۔

گفتگوؤں میں۔

رویوں میں۔

مثالوں میں۔

نظروں میں۔

خود ثقافت میں۔

تو میں نے جلد ہی ایک سادہ اصول سیکھ لیا۔

مزاحمت کرو۔

ہمیشہ۔

جو بھی ہو جائے۔

مزاحمت کرو۔

جوانی میں میں اسے خوبی سمجھتا تھا۔

آج جانتا ہوں کہ وہ محض ایک حکمتِ عملی تھی۔

ایک ایسی حکمتِ عملی جو کچھ لمحوں میں کارآمد تھی۔

اور بہت سے لمحوں میں خطرناک۔

کیونکہ جو چیز بہت دیر تک روکی جائے، وہ دیر سویر باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈتی ہے۔

درد ختم نہیں ہوتا۔

خوف ختم نہیں ہوتا۔

اداسی ختم نہیں ہوتی۔

وہ شکل بدل لیتے ہیں۔

وہ چھپ جاتے ہیں۔

وہ انتظار کرتے ہیں۔

پھر، جب ہمیں سب سے کم توقع ہو، وہ دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔

مجھے اپنی زندگی کا ایک زمانہ یاد ہے جب لگتا تھا ہر چیز طاقت مانگ رہی ہے۔

کام۔

خاندان۔

ذمہ داری۔

بیماری۔

فیصلے۔

وہ لوگ جو مجھ پر بھروسہ کرتے تھے۔

وہ لوگ جنہیں جواب چاہیے تھا۔

وہ لوگ جو سمت ڈھونڈ رہے تھے۔

میں رکنے کی اجازت خود کو نہیں دے سکتا تھا۔

کم از کم میں یہی سمجھتا تھا۔

ہر دن میں ایک نیا بوجھ جوڑ لیتا تھا۔

ہر دن میں وہ لمحہ اور آگے دھکیل دیتا تھا جب میں خود کو سنتا۔

اور آگے۔

اور بھی آگے۔

حیرت ہوتی ہے کہ انسان اپنی اندرونی دنیا کو کتنی دیر تک نظرانداز کر سکتا ہے۔

مگر ہمیشہ کے لیے نہیں۔

کوئی بھی ہمیشہ کے لیے یہ نہیں کر سکتا۔

ایک وقت آتا ہے جب جسم وہ بتانے لگتا ہے جو زبان کہنے سے انکار کرتی ہے۔

تھکن بڑھتی ہے۔

نیند بدل جاتی ہے۔

ذہن تھکنے لگتا ہے۔

جذبات زیادہ نازک ہو جاتے ہیں۔

اور آہستہ آہستہ تمہیں سمجھ آتا ہے کہ تم دنیا سے نہیں لڑ رہے۔

تم خود سے لڑ رہے ہو۔

سچ سادہ طریقے سے آیا۔

جیسے اصلی سچ ہمیشہ آتے ہیں۔

بغیر خصوصی اثرات کے۔

بغیر اعلان کے۔

بغیر تماشے کے۔

ایک دن بوجھ حد سے زیادہ بڑا ہو گیا۔

اور دفاع حد سے زیادہ چھوٹا۔

مجھے وہ خاموشی یاد ہے۔

مجھے وہ تنہائی یاد ہے۔

مجھے وہ اچانک احساس یاد ہے کہ اب کوئی کردار ادا نہیں کرنا۔

ایک طویل عرصے میں پہلی بار میں پیشہ ور نہیں تھا۔

میں باپ نہیں تھا۔

میں شوہر نہیں تھا۔

میں افسر نہیں تھا۔

میں مصنف نہیں تھا۔

میں صرف ایک انسان تھا۔

اور میں رویا۔

کوئی شائستہ رونا نہیں۔

کوئی قابو میں رکھا ہوا رونا نہیں۔

ایک سچا رونا۔

وہ جو بہت دور سے آتا ہے۔

وہ جو برسوں کو عبور کرتا ہے۔

وہ جو اپنے ساتھ وہ چیزیں لے آتا ہے جو تمہیں یاد بھی نہ تھا کہ تم نے سنبھال رکھی ہیں۔

جب یہ ہو رہا تھا، مجھے ایک غیر متوقع احساس ہوا۔

کمزوری کا نہیں۔

رہائی کا۔

جیسے کوئی کمرہ جو بہت دیر بند رہا ہو، آخرکار اپنی کھڑکیاں کھول دے۔

جیسے ہوا پھر سے چلنے لگی ہو۔

جیسے آخرکار کسی چیز کو روک کر رکھنا بند ہو گیا ہو۔

تب مجھے ایک بنیادی بات سمجھ آئی۔

جذبات دشمن نہیں ہیں۔

وہ پیغام بر ہیں۔

وہ ہمیں کچھ بتانے آتے ہیں۔

انہیں نظرانداز کرنے سے وہ ختم نہیں ہوتے۔

وہ صرف اور زیادہ اونچی آواز میں بولنے لگتے ہیں۔

برسوں میں سمجھتا رہا کہ ہمت کا مطلب ہار نہ ماننا ہے۔

اس لمحے مجھے سمجھ آیا کہ ہمت کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی چیز کو اپنے آر پار گزرنے دیا جائے۔

درد کو۔

خوف کو۔

اداسی کو۔

سچ کو۔

لوگ اکثر نازکی کو ایک دراڑ سمجھتے ہیں۔

میں نے جانا کہ وہ ایک دروازہ بھی بن سکتی ہے۔

کیونکہ جس لمحے تم ہر چیز سے اپنا دفاع کرنا چھوڑ دیتے ہو، تم آخرکار خود کو جاننا شروع کرتے ہو۔

اور خود کو جاننا باہر کی بہت سی جنگیں جیتنے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔

اُس دن سے کچھ بدل گیا۔

میں اچانک زیادہ دانا نہیں ہو گیا۔

میں اچانک زیادہ مضبوط نہیں ہو گیا۔

میں زیادہ سچا ہو گیا۔

جو ایک الگ چیز ہے۔

میں مختلف انداز میں بولنے لگا۔

مختلف انداز میں سننے لگا۔

دوسروں کو زیادہ سمجھ کے ساتھ دیکھنے لگا۔

کیونکہ جس نے اپنا درد عبور کیا ہو، وہ دوسروں کا درد زیادہ آسانی سے پہچانتا ہے۔

وہ اس پر فیصلہ نہیں سناتا۔

وہ اسے چھوٹا نہیں کرتا۔

وہ فوراً کوئی حل نہیں ڈھونڈتا۔

وہ اسے پہچان لیتا ہے۔

اور یہ پہچان خود ایک قسم کی مدد ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ میں نازکی کو ایک نئی روشنی میں دیکھنے لگا۔

جن لوگوں کو میں سب سے زیادہ سراہتا تھا، وہ بظاہر ناقابلِ شکست لوگ نہیں تھے۔

وہ سچے لوگ تھے۔

وہ جو اپنی انسانیت کو تماشا بنائے بغیر دکھا سکتے تھے۔

وہ جو یہ کہنے سے نہیں ڈرتے تھے:

"میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں۔"

کیونکہ آخرکار ہم سب یہی کرتے ہیں۔

اپنی پوری کوشش۔

کچھ دنوں میں وہ بہت ہوتی ہے۔

کچھ دنوں میں کم۔

مگر وہ ہمیشہ وہی ہے جو ہمارے پاس ہے۔

پیچھے مڑ کر دیکھوں تو میں اُس لمحے کو شکست نہیں سمجھتا۔

میں اسے ایک دہلیز سمجھتا ہوں۔

اپنی زندگی کی سب سے اہم دہلیزوں میں سے ایک۔

پہلے میں سمجھتا تھا کہ طاقت کا مطلب نہ رونا ہے۔

بعد میں سمجھا کہ طاقت کا مطلب اپنے آنسوؤں سے نہ ڈرنا ہے۔

کیونکہ پختگی کی ایک شکل ایسی ہے جو تبھی آتی ہے جب ہم ڈھونگ کرنا چھوڑ دیں۔

جب ہم دکھاوا کرنا چھوڑ دیں۔

جب ہم اداکاری کرنا چھوڑ دیں۔

اور آخرکار اپنی انسانی فطرت کو قبول کر لیں۔

نازک۔

نامکمل۔

خوبصورتی سے نامکمل۔

آج مجھے یاد نہیں کہ وہ ٹھیک کون سا دن تھا۔

مجھے وقت یاد نہیں۔

مجھے سارے حالات تک یاد نہیں۔

مجھے صرف وہ یاد ہے جو میں نے سیکھا۔

کہ بانٹا ہوا درد کم بھاری ہوتا ہے۔

کہ سچ غرور سے زیادہ آزاد کرتا ہے۔

کہ نازکی وقار کو تباہ نہیں کرتی۔

وہ اسے مکمل کرتی ہے۔

اور سب سے بڑھ کر مجھے ایک جملہ یاد ہے جو اُس وقت میں کہہ بھی نہ سکتا تھا۔

ایک سادہ جملہ۔

ایک جملہ جس نے بہت کچھ بدل دیا۔

میں نے رونا سیکھا۔

اور اُس دن سے میں خود کو بہتر سمجھنے لگا۔